ایک موکل جو کالج کا پروفیسر ہے گواہی کے لئے عدالت کے باہر موجود ہے۔ اگر آپ حکم کریں تو اسے عدالت میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس کا نام پروفیسر غلام حسین ہے۔"

مجسٹریٹ نے پروفیسر کو اندر بلوایا اور پوچھا "کیا اس عدالت میں کوئی ایسا شخص موجود ہے جس نے کل مسٹر بیگ کے دفتر میں ہنگامہ کیا تھا؟"

پروفیسر نے نظریں گھما کر عدالت کا جائزہ لیا پھر کٹہرے میں کھڑے ہوئے اختر حسین کی طرف دیکھنے لگا "جی ہاں" اس نے اختر حسین کی طرف انگلی سے اشارہ کیا "ان صاحب نے کل بیگ صاحب کے دفتر میں ہنگامہ کیا تھا۔ انہوں نے خاصی ناشائستہ باتیں کی تھیں۔ ہنگامے کے دوران رشوت کے پچیس ہزار روپوں کا ذکر بھی آیا تھا جو بیگ صاحب نے نہیں لئے تھے۔"

مجسٹریٹ نے پوچھا "کیا آپ اختر حسین کو پہلے سے جانتے ہیں؟"

"نہیں سر' کل میں نے ان کو پہلی دفعہ دیکھا تھا آج دوسری دفعہ دیکھ رہا ہوں۔"

مجسٹریٹ نے مزید کوئی سوال نہیں کیا۔

میں نے اختر حسین سے کہا "جب آپ جائداد سے دستبرداری کا یہ اقرار نامہ لے کر ملزمہ کے پاس اسپتال میں گئے تھے تو آپ کے ساتھ انکوائری افسر بھی تھا۔ آپ نے اور انکوائری افسر نے ملزمہ کو یہ یقین دلایا تھا کہ اگر وہ اس اقرار نامے پر دستخط کردے گی تو آپ اسے بری کروادیں گے......"

"یہ جھوٹ ہے۔" انکوائری افسر نے میری بات کاٹی "میں اختر حسین کے ساتھ نہیں تھا۔"

"جناب عالی' اسپتال کے عملے کے دو آدمی اس بات کے گواہ ہیں۔ فی الحال میں ان کا نام ظاہر نہیں کر سکتا۔ تاہم عدالت انہیں گواہی کے لئے طلب کر سکتی ہے۔"

مجسٹریٹ نے وکیلِ استغاثہ سے پوچھا "آپ ان انکشافات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"مجھے اس صورتِ حال کو اسٹڈی کرنے کے لئے وقت چاہئے۔" وکیلِ استغاثہ نے سیاسی جواب دیا "فی الحال میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

میں نے کہا "جنابِ عالی' ان حالات کی روشنی میں' میں عدالت سے درخواست کروں گا کہ اختر حسین کو گرفتار کرنے اور شاملِ تفتیش کرنے کا حکم جاری کیا جائے اور انکوائری افسر کو تبدیل کرنے کا حکم دیا جائے۔"

"جناب' مجھے ایک ضروری کاروباری میٹنگ میں شرکت کرنی ہے۔" اختر حسین نے کہا۔

"آپ ان الزامات کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟"

"یہ سب جھوٹے الزامات ہیں۔ وکیلِ صفائی میری نیک شہرت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

مجسٹریٹ نے پوچھا "کیا یہ جھوٹ ہے کہ آپ کا اپنے بھائی کے ساتھ رقم کا تنازع چل رہا تھا اور اس نے آپ کو قانونی نوٹس دیا تھا؟"

"یہ تو صحیح ہے لیکن....."

"کیا آپ اس اسٹمپ پیپر سے انکار کرتے ہیں؟"

"یہ.... دراصل میں ملزمہ سے دیت طے کرنا چاہتا تھا۔"

"کیس کا فیصلہ ہونے سے پہلے ہی؟" مجسٹریٹ نے کہا "اور کیا یہ بھی جھوٹ ہے کہ آپ نے وکیلِ صفائی کو رشوت پیش کی تھی اور اس کے انکار پر ہنگامہ کیا تھا!"

"اس شخص نے مجھے دھوکے میں رکھا تھا۔"

"میں آپ کی گرفتاری کا حکم جاری کرتا ہوں۔" مجسٹریٹ نے کہا اور انکوائری افسر کی طرف دیکھا "ان کو گرفتار کریں اور ایک ہفتے کے بعد دوبارہ عدالت میں پیش کریں۔"

O——□——O

اگلے ہفتے کیمیکل ایگزامنر کی رپورٹ موصول ہو گئی۔ جو اشیا کیمیاوی تجزیے کے لئے بھجوائی گئی تھیں ان میں تیرہ عدد خواب آور کیپسول بھی تھے۔ یہ وہی کیپسول تھے جو اختر حسین نے بھجوائے تھے اور شگفتہ نے احتیاطاً الماری میں رکھ دیے تھے۔ اختر حسین نے سائیڈ ٹیبل پر رکھی ہوئی خالی شیشی دیکھ کر یہ اندازہ لگایا تھا کہ تمام کیپسول ختم ہو گئے ہیں۔ اس نے چیزیں بھجوانے کے بارے میں جو اقرار کیا تھا وہ بھی اسی سبب سے تھا۔ اگر اسے معلوم ہو جاتا کہ آدھے کیپسول ابھی بچے ہوئے تھے تو شاید وہ کبھی اس بات کا اقرار نہ کرتا کیونکہ ایک کیپسول میں زہر کی آمیزش پائی گئی تھی۔ یہ وہی زہر تھا جو منظر حسین کی ہلاکت کا باعث بنا تھا۔ واضح طور پر اختر حسین نے دو کیپسولوں کے اندر زہر کے چند قطرے ملا دیے تھے۔

اس نے شگفتہ کو قتل کے الزام میں پوری طرح پھانسنے کے لئے اس کی ملازمہ کو ایک ہفتے کے لئے اپنے گھر میں رکھ لیا تھا اور اپنی ملازمہ کو چھٹی پر بھیج دیا تھا۔ یہ اُس کی سب سے بڑی حماقت تھی لیکن مجرم سے کوئی نہ کوئی حماقت ہو ہی جاتی ہے۔

جب عدالت میں اُس سے اس بارے میں سوالات کئے گئے تو وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکا۔

عدالت نے شگفتہ کو باعزت بری کردیا اور اختر حسین پر فردِ جرم عائد کرنے کے بعد اس کا کیس سیشن کورٹ میں بھجوادیا۔

اور یہ بات قارئین کے لئے یقیناً دلچسپی کا باعث ہوگی کہ حال ہی میں اختر حسین نے دیت کے لئے شگفتہ کو اپروچ کیا ہے۔

تلاشِ بہشت

علیم الحق حقی

اُسے جنت کا سفر درپیش تھا
ایک کمپنی اُسے جنت بھیجنے پر تیار ہوگئی اور وہ سفر پر آمادہ ہوگیا۔
پھر کیا ہوا؟ انتہائی پُراسرار اور دل میں اُتر جانے والا ماحول۔
مغرب کا ایک تازہ ترین شاہکار
یہ کہانی پڑھ کر آپ کے دل میں ایک خواہش پیدا ہوگی

"یوں اندر چلے جانا جیسے وہ کوئی عام ٹریول ایجنسی ہو" بار میں ملنے والے اجنبی نے مجھ سے کہا تھا "ایسے ہی چند عام سے سوال کرنا۔ بتانا کہ چھٹیاں گزارنے کے لئے کہیں جانا چاہتے ہو۔ پھر فولڈر کے سلسلے میں اشارتی گفتگو کرنا۔ مگر کچھ بھی کرو' ڈائریکٹ تذکرہ نہ کرنا۔ اسے خود ہی تذکرہ کرنے دینا۔ وہ خود تذکرہ نہ کرے... خود فولڈر نہ نکالے تو اسے بھول جانا۔ اس کا مطلب ہوگا کہ تم وہ کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔ اگر خود سے پوچھو گے تو وہ تمہیں یوں دیکھے گا جیسے تمہاری بات اُس کے سر پر سے گزر گئی ہو..."

میں نے اپنے ذہن میں یہ سب کچھ بارہا دہرایا تھا۔ لیکن رات

کے وقت پیرَ پیتے ہوئے جو کچھ ممکن نظر آتا ہے' دن کے وقت جب بارش ہو رہی ہو تو اس پر یقین کرنا آسان نہیں ہوتا۔ اسٹریٹ نمبر مجھے یاد تھا۔ لیکن اس وقت وہ جگہ تلاش کرتے ہوئے مَیں خود کو احمق محسوس کر رہا تھا۔ دوپہر کا وقت تھا' بارش بھی ہو رہی تھی اور تیز ہوا بھی چل رہی تھی۔ مقام تھا نیویارک ۴۴ ویں اسٹریٹ مَیں ایک پرانا رین کوٹ پہنے ہوئے تھا۔ میرا سر جھکا ہوا تھا۔ دنیا بے حد حقیقی اور مایوس کن لگ رہی تھی۔

اور میں یہ بھی سوچ رہا تھا کہ اگر ایسا کوئی فولڈر موجود بھی ہے تو وہ مجھے کیوں دکھایا جائے گا؟

مجھے ایسا لگا' جیسے مجھ سے سوال کیے جا رہے ہوں۔ نام؟ چارلی' بینک میں کیشیئر ہوں۔ اپنی جاب مجھے پسند نہیں۔ میری آمدنی بھی زیادہ نہیں۔ اور کبھی زیادہ ہو بھی نہیں سکے گی۔ نیویارک میں تین سال سے رہ رہا ہوں۔ میرے زیادہ دوست نہیں۔ میں ضرورت سے زیادہ فلمیں دیکھتا ہوں۔ ضرورت سے زیادہ کتابیں پڑھتا ہوں۔ ہوٹلوں میں تنہا کھانا کھاتے کھاتے میرا دل گھبرا گیا ہے۔ مجھ میں کوئی خاص اہلیت نہیں۔ صورت شکل عام سی ہے۔ خیالات بھی عام سے ہیں۔ کہئے... یہ سب آپ کے نکتۂ نظر سے مناسب ہے یا نہیں؟ کیا میں آپ کے معیار پر پورا اترتا ہوں؟

پھر مجھے مطلوبہ دفتر مل ہی گیا۔ ۲۰۰ ویں بلاک میں وہ ایک قدیم طرز کی عمارت تھی... تھکی تھکی' متروک سی۔ نیویارک میں ایسی عمارتوں کی کمی نہیں۔

میں نے پیتل کے فریم والے دروازے کو دھکیلا۔ وہ چھوٹی سی لابی تھی' جہاں ابھی کچھ ہی دیر پہلے پوچھا لگایا گیا تھا۔ فرش کے ٹائل اتنے گندے تھے کہ اُن کا صاف ہونا ممکن نہیں تھا۔ دیواروں پر سبز پینٹ تھا۔ پلاسٹر کی بار بار مرمّت ہونے کی وجہ سے وہ جگہ جگہ سے پھولی ہوئی تھیں۔ کروم کے ایک فریم میں ایک چھوٹی دیواری ڈائریکٹری لگی ہوئی تھی۔ سیاہ پس منظر میں سلولائیڈ کے سفید حروف چمک رہے تھے۔ دیواری ڈائریکٹری میں کوئی دو درجن عجیب و غریب نام لکھے تھے۔ میں نے ایکم ٹریول ایجنسی کا نام تلاش کیا۔ پھر میں نے پرانے اسٹائل کی کھلی گرل والی لفٹ کا بٹن دبایا۔ اوپر کہیں گھنٹی بجی۔ بھری زنجیروں کے کھنکنے کی آواز سنائی دی۔ وہ آواز دھیرے دھیرے نیچے آ رہی تھی... میرے قریب۔

میرا جی چاہا' بھاگ کھڑا ہوں۔

اوپر پہنچ کر پتا چلا کہ ایکم ٹریول ایجنسی اس عمارت کے ماحول سے بالکل جدا' بالکل مختلف ہے۔

میں شیشے کے دروازے کو دھکیل کر ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوا۔ کمرا بے حد صاف ستھرا' روشن اور ہوادار تھا۔ کاؤنٹر کے پیچھے دہرے پٹ کی کھڑکی تھی۔ کاؤنٹر کے پیچھے سفید بالوں والا ایک طویل القامت شخص کھڑا تھا' جس کے چہرے سے سنجیدگی ہویدا تھی۔ وہ کسی سے فون پر بات کر رہا تھا۔ اُس نے نگاہیں اٹھا کر مجھے دیکھا اور سر کے اشارے سے مجھے اندر بلایا۔

میرا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ بار میں ملنے والے اجنبی کے بتائے ہوئے حلیے پر پورا اترتا تھا۔

"ہاں... یونائیٹڈ ائرلائنز..." وہ ماؤتھ پیس میں کہہ رہا تھا۔ پھر اس نے کاؤنٹر پر رکھے کاغذات پر نظر دوڑائی "فلائٹ ۷۰۳۔ اور منٹیں "آپ مقررہ وقت سے چالیس منٹ پہلے پہنچ جائیں۔"

اب میں کاؤنٹر پر کہنیاں ٹکائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ وہی شخص تھا لیکن وہ عام سی ٹریول ایجنسی معلوم ہو رہی تھی۔ دیواروں پر بڑے بڑے پوسٹر لگے تھے۔ شیلف فولڈرز سے بھرے تھے۔ شیشے کے کاؤنٹر کے نیچے مختلف فلائٹ شیڈول رکھے تھے۔ مجھے لگا' جیسے میں بے وقوف بن گیا ہوں۔

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے شخص نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر اُس نے مسکرا کر مجھے دیکھا "فرمایئے... میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

میں یکایک نروس ہو گیا۔ "جی..." میں نے وقت گزاری کے لئے اپنے رین کوٹ کے بٹن کھولنا شروع کر دیے۔ پھر میں نے نظر اٹھا کر اُسے دیکھا اور کہا "میں یہاں سے... نکل بھاگنا چاہتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی میں نے اپنی حماقت پر دل ہی دل میں خود کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ مگر ابھی کچھ نہیں بگڑا تھا۔ بس مجھے جلد بازی سے گریز کرنا چاہئے تھا۔

میں نے اپنے جملے کا اثر دیکھنے کے لئے جلدی سے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ لیکن اس کے چہرے پر مجھے کوئی غیر معمولی بات نظر نہیں آئی۔

"جانے کو جگہیں بے شمار ہیں" اس نے کہا۔ پھر اس نے کاؤنٹر کے نیچے سے ایک پتلا لمبا فولڈر نکالا اور اسے کاؤنٹر پر میرے سامنے رکھ دیا "یونس آئرس چلے جائیں۔ وہ کوئی اور ہی دنیا لگے گی آپ کو۔"

میں نے رسماً فولڈر کو چند لمحے دیکھا۔ وہ ایک سفید طیارے کی تصویر تھی' جو رات کے وقت پانی کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ پانی میں چاند چمک رہا تھا۔ پس منظر میں پہاڑ تھے۔

میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔ بولنے میں مجھے ڈر یہ تھا کہ میرے مُنہ سے کوئی غلط بات نکل جائے گی۔

"شاید آپ کوئی پُرسکون مقام چاہتے ہیں" اس نے ایک اور فولڈر نکالا۔ بڈھے درختوں کے موٹے تنے... نامکمل تنے۔ ان سے ٹکرا کر بکھرتی ہوئی سورج کی شعاعیں۔ فولڈر پر چھپا تھا...... مائن کے کنوارے جنگلات براستہ بوسٹن اور مائن ریل روڈ...

"یا پھر..." اس نے میرے سامنے تیسرا فولڈر رکھ دیا۔ اس پر چھپا تھا' برمودا۔ نئی دنیا میں پرانی دنیا۔

اب میں نے خطرہ مول لینے کا فیصلہ کر لیا "نہیں" میں نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا "مجھے مستقل سکونت کے لئے کوئی ایسا مقام چاہئے' جہاں میں سکون سے رہ سکوں" یہ کہتے ہوئے میں براہِ راست اُس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا "پوری زندگی کے لئے۔" میں نے کہا اور پھر اچانک میرے اعصاب جواب دے گئے۔ میرا جی چاہا' وہاں سے نکل بھاگوں۔

وہ بڑے خوش گوار انداز میں مسکرایا "ہم اس سلسلے میں بھی آپ کو مشورہ دے سکتے ہیں" وہ آگے کو جھک آیا۔ اس کا انداز ایسا تھا' جیسے مجھے دینے کے لئے اس کے پاس وقت کی کمی نہیں "آپ مجھے بتائیں کہ آپ کیا چاہتے ہیں؟ کس چیز کی تلاش ہے آپ کو؟" اس نے پوچھا۔

میری سانسیں رکنے لگیں "میں فرار چاہتا ہوں۔"

"کس سے؟"

میں ہچکچایا۔ اب تک میں نے یہ بات لفظوں میں کبھی نہیں کہی تھی۔

"نیویارک سے" میں نے کہا "اور شہروں سے اور پریشانیوں سے۔ خوف سے' اخبار میں شائع ہونے والی خبروں سے۔ تنہائی سے" اب میں نے بولنا شروع کیا تو میرے لئے خاموش رہنا محال ہو گیا۔ مجھے احساس ہو گیا تھا کہ میں بہت زیادہ بول رہا ہوں۔ لفظ میرے مُنہ سے گویا برس رہے تھے "وہ کچھ کرنے سے' جو میں نہیں کرنا چاہتا ہوں۔ تفریح سے محرومی سے۔ زندہ رہنے کی خاطر اپنے روز و شب فروخت کرنے سے۔ اس زندگی سے' جو میں اس طرح گزار رہا ہوں۔" میں نے اُس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے اپنی بات ختم کی "اس دنیا سے۔"

اب وہ مجھے گھور رہا تھا۔ میرا مطالعہ کر رہا تھا۔ میرے آرپار دیکھ رہا تھا۔ مجھے لگ رہا تھا کہ ابھی وہ نفی میں سر ہلا دے گا اور کہے گا۔ "مسٹر' آپ کو تو ڈاکٹر کی مدد کی ضرورت ہے؟"

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ وہ مجھے گھورتا رہا۔ اب اس کی نظریں میری پیشانی پر جمی ہوئی تھیں۔ اس کا چہرہ بے حد مہربان تھا۔ آنکھوں سے ذہانت عیاں تھی۔ نجانے کیوں... مگر اُس کے انداز سے باپ کی شفقت عیاں تھی۔

پھر اس نے نگاہ نیچی کی اور میری آنکھوں میں جھانکا۔ پھر وہ اور نیچے گیا۔ اس نے میرے چہرے کے ایک ایک نقش کو غور سے دیکھا۔ مجھے نہ جانے کیسے یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ بغیر کسی دشواری کے مجھے مجھ سے زیادہ سمجھ رہا ہے.... مجھ سے زیادہ جان رہا ہے۔

پھر اچانک وہ مسکرایا اور اس نے اپنی دونوں کہنیاں کاؤنٹر پر ٹکا دیں "تمہیں لوگ اچھے لگتے ہیں؟" اس نے پوچھا "اور سچ بتانا۔ کیونکہ مجھے بہرحال سچ جھوٹ کا پتا چل جائے گا۔"

"ہاں' لیکن میرے لئے پُرسکون رہنا اور دوست بنانا آسان کام نہیں۔"

اس نے سر کو تفہیمی جنبش دی "تمہارا کیا خیال ہے' تم ایک اچھے' نفیس طبع انسان ہو؟"

"میرا خیال ہے' میں ایسا ہی ہوں۔"

"کیسے؟"

میں تلخی سے مسکرایا۔ اس سوال کا جواب دینا دشوار تھا۔ "اس لئے کہ جب میں اچھا نہیں ہوتا ہوں تو اس بات پر متاسف ہوتا ہوں۔"

اس پر وہ مسکرایا اور چند لمحے کچھ سوچتا رہا "سنو... یہاں تم جیسے لوگ اسی جستجو میں اکثر آتے ہیں۔ اس لئے ہم نے مذاق کے طور پر..."

میری سانسیں رکنے لگیں۔ بار میں ملنے والے اجنبی نے کہا تھا کہ اگر مجھے قبول کر لیا گیا تو یہی کچھ کہا جائے گا۔

"...ہم نے مذاق کے طور پر ایک فولڈر ترتیب دیا ہے" وہ کہہ رہا تھا "محض تفریحاً' سمجھ رہے ہو نا؟ اور تم جیسے کسی کسی کلائنٹ کو ہم وہ فولڈر دکھاتے ہیں۔ اگر تمہیں دلچسپی ہے تو وہ فولڈر ضرور دیکھو۔ ہم اسے ہر کس و ناکس کو دکھانا پسند نہیں کرتے۔"

"میں اس میں انٹرسٹڈ ہوں" میں نے سرگوشی میں کہا۔

وہ کاؤنٹر کے نیچے کچھ دیر ٹٹولتا رہا۔ بالآخر اس نے ایک فولڈر نکالا اور میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ فولڈر اپنے سائز اور ضخامت کے اعتبار سے دوسرے فولڈرز سے مختلف نہیں تھا۔

میں نے اُس پر نظر ڈالی۔ انگلی سے گھسیٹ کر اُسے اپنے قریب کیا۔ ٹائٹل گہرے نیلے رنگ کا تھا' جیسا رات کے وقت آسمان ہوتا ہے۔ ٹاپ پر سفید حروف میں چھپا تھا' جادو نگری ورنا میں تشریف لایئے' نیلے ٹائٹل پر چھوٹے چھوٹے سفید دائرے بنے تھے۔ بائیں جانب نچلے کونے میں ایک گلوب بنا تھا..... دنیا.... آدھی دنیا بادلوں میں گھری تھی۔ اوپر داہنی جانب لفظ ورنا کے اوپر ایک بڑا ستارہ بنا تھا۔ چمک دار ستارہ' جس سے شعاعیں نکل رہی تھیں۔ ٹائٹل کے نچلے حصے پر لکھا تھا' رومان کی نگری ورنا' جہاں زندگی ویسی ہے' جیسی ہونی چاہئے' نیچے ایک تیر کا نشان بنا تھا' جس کا مطلب تھا.... ورق الٹئے۔

میں نے ورق الٹا۔ ٹریول ایجنسیوں کے فولڈرز کی طرح اس میں بھی اندر تصویریں تھیں اور عبارت بھی۔ فرق اتنا تھا کہ وہ تصویریں اور عبارت پیرس' روم یا بیونس آئرس کے بجائے ورنا سے متعلق تھیں۔ فولڈر کی چھپائی بہت اعلیٰ تھی۔ تصویریں حقیقی لگتی تھیں۔ ہر منظر جیتا جاگتا لگ رہا تھا۔ لوگ بھی ایسے' جیسے ابھی بول پڑیں گے۔ ایک تصویر میں گھاس پر [illegible] کے قطرے چمک رہے تھے۔ گھاس واضح طور پر بھیگی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ ایک تصویر میں درخت کا ایک تنا تھا' جو کاغذ سے نکلتا دکھائی دے رہا تھا۔ جزئیات اتنی حقیقی اور واضح تھیں کہ اسے چھو کر جب احساس ہوتا تھا کہ یہ کاغذ ہے تو ذہن کو شدید جھٹکا لگتا تھا۔ تیسری تصویر میں چھوٹے چھوٹے انسانی چہرے بولتے' باتیں کرتے محسوس ہو رہے تھے۔ ان

کے ہونٹوں کی نمی، آنکھوں کی چمک اور جلد کی تازگی..... سب کچھ ایسا تھا، جیسے وہ لوگ کاغذ پر امر ہو گئے ہوں۔

ایک بڑی تصویر تھی، جو پورے دو صفحوں پر پھیلی ہوئی تھی۔ میں اسے بغور دیکھتا رہا۔ لگتا تھا، تصویر کسی اونچے پہاڑ سے لی گئی ہے۔ زمین مجھے اپنے قدموں کے ساتھ نیچے کی طرف..... دور وادی میں اترتی اور پھر دوسری جانب اٹھتی محسوس ہو رہی تھی۔ دونوں پہاڑی ڈھلوانیں جنگل سے ڈھکی ہوئی تھیں۔ میلوں تک مغرور سر سبز درخت سر اٹھائے کھڑے تھے۔ اور دیکھ کر ہی احساس ہوتا تھا کہ وہ کنوارا جنگل ہے، جسے قدموں نے کبھی نہیں چھوا۔ وادی میں دور ایک بل کھاتی ندی بہہ رہی تھی۔ آسمان کے عکس نے بیشتر مقامات پر اسے نیلاہٹ دے دی تھی اور بڑے بڑے پتھروں کی وجہ سے جہاں دھارا ٹوٹتا تھا، وہاں پانی سفید جھاگ جیسا تھا۔ اسے بھی دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ نگاہ پر ذرا زور ڈالا جائے تو ندی باقاعدہ بہتی نظر آئے گی۔ ندی کے کنارے کیبن تھے۔ کچھ لکڑی کے بنے ہوئے اور کچھ اینٹوں کے۔ چھتیں سب کی ایک جیسی تھیں..... ڈھلوان چھتیں۔ تصویر کے نیچے کیپشن تھا..... مختصر سا..... 'کالونی!'

"یہ بڑی مثبت تفریح ہے ہماری۔ اسے دیکھ کر اعصابی کشیدگی دور ہو جاتی ہے" کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے شخص نے فولڈر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "ہے نا پُرکشش مقام؟"

میں نے احمقانہ انداز میں سر کو اثباتی جنبش دی اور دوبارہ تصویر پر نظریں جما دیں۔ کیونکہ اس تصویر میں جو کچھ نظر آرہا تھا، وہ اس سے کہیں زیادہ بتا رہی تھی۔ جنگل سے ڈھکی ہوئی اس وادی کو دیکھ کر ابتدائی دنوں کے امریکا کا خیال آتا تھا۔ اور اسے دیکھ کر یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ وہ ایک اچھوتی سرزمین کا محض ایک حصہ ہے، جہاں شفاف ندیاں بہتی ہیں۔ یہ احساس بھی ہوتا تھا کہ اس ہوا میں سانس لیا جائے تو پھیپھڑوں میں ٹھنڈی سی مٹھاس بھر جائے گی۔

اس تصویر کے بعد ایک اور تصویر تھی۔ اس میں آٹھ افراد کسی جھیل یا دریا کے ساحل پر بیٹھے تھے۔ دو بچے پانی میں ڈبکیاں لگا رہے تھے۔ پیش منظر میں بالغ افراد زرد ریت پر نیم دائرے کی شکل میں بیٹھے تھے۔ کچھ تمباکو نوشی کر رہے تھے۔ کچھ کے ہاتھوں میں کافی کی پیالیاں تھیں۔ دھوپ بے حد نرم تھی اور دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ ہوا خوشبوؤں سے لدی ہوئی ہوگی۔ اور یہ صبح کا وقت ہوگا..... ناشتے کے بعد کا۔ وہ سب مسکرا رہے تھے۔ ایک عورت باتیں کر رہی تھی۔ باقی لوگ سن رہے تھے۔

یہ بات خود بخود سمجھ میں آتی تھی کہ وہ لوگ ناشتے کے بعد اپنے اپنے کام پر جانے سے پہلے پندرہ بیس منٹ کے لئے گپ شپ کی غرض سے بیٹھے ہیں۔ یہ بھی طے تھا کہ وہ سب دوست ہیں اور یہ ان کا روز مرّہ کا معمول ہے۔ یہ بھی طے تھا کہ انہیں اپنا اپنا کام بہت پسند ہے۔ اور ان پر نہ کوئی دباؤ ہے، نہ ہی وہ جلدی میں ہیں۔

میں نے ان چہروں جیسے چہرے کبھی نہیں دیکھے تھے۔ دیکھنے میں وہ عام سے لوگ تھے..... اچھے سے..... جانے پہچانے سے۔ کچھ جوان تھے..... بیس اور پچیس کے درمیان کی عمر کے۔ کچھ تیس سے اوپر تھے۔ ایک مرد اور عورت کی عمر پچاس کے لگ بھگ تھی مگر ان کے چہرے پر کوئی لکیر نہیں تھی۔ سب سے کم عمر لوگوں کو دیکھ کر لگتا تھا کہ وہ وہاں ہی میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ وہ ایسی جگہ تھی، جہاں نہ کوئی فکر تھی، نہ خوف۔ اور جو معمر تھے، انہیں دیکھ کر لگتا تھا کہ وہاں کی فضا اور آب و ہوا نے انہیں ان بیماریوں سے شفایاب کر دیا ہے، جن سے ہم شہروں کے لوگ عاجز آ چکے ہیں۔ وہ سب خوش و خرم تھے۔ مدتوں سے خوش تھے اور انہیں ہمیشہ خوش رہنا تھا۔ اُن کے چہروں پر سکون تھا۔

مَیں ان میں شامل ہونا چاہتا تھا۔ یہ جذبہ زندگی کی شدید ترین طلب اور تڑپ بن کر میرے وجود کی انتہائی گہرائی سے ابھرا تھا۔ اور اس طلب کے پورا ہونے کا انتظار میرے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔

میں نے کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے شخص کو دیکھا اور مسکرانے کی کوشش کی "بے حد..... بے حد دلچسپ۔"

"ہاں" وہ بھی مسکرایا "یہ دیکھ کر ہمارے کلائنٹ بالکل کھو جاتے ہیں..... دلچسپی لینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد وہ کسی اور چیز کے متعلق گفتگو پسند ہی نہیں کرتے" وہ ہنس دیا "وہ سب کچھ معلوم کرنا چاہتے ہیں..... تمام تفصیلات..... کرایہ وغیرہ۔"

میں نے سر کو تفہیمی جنبش دی، یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ میرا اپنا یہی حال ہے "اور میرا خیال ہے، آپ نے تفریحاً یہ فولڈر تیار کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے متعلق ایک کہانی بھی تیار کی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"جی ہاں..... تم کیا جاننا چاہتے ہو؟" اس نے پوچھا۔

میں نے فولڈر کی تصویر میں موجود ان لوگوں کو چھوا "مجھے بتائیں، یہ لوگ کیا کرتے ہیں؟"

"کام کرتے ہیں، یہی نہیں، سب لوگ کرتے ہیں" اس نے جیب سے پائپ نکالا "یہ وہ کام کرتے ہیں، جو انہیں پسند ہے۔ یہی ان کی زندگی کی سادگی اور حسن ہے۔ کچھ پڑھتے ہیں، ہمارے وہاں، ہماری کہانی کے مطابق..." وہ مسکرایا "بہت اچھی ایک لائبریری ہے۔ کچھ لوگ کاشت کاری کرتے ہیں، کچھ لکھتے ہیں، کچھ ہاتھوں سے چیزیں بناتے ہیں۔ بچوں کی پرورش تو سبھی کرتے ہیں۔ بس یہ سمجھ لو، جس کا جس کام کو جی چاہے، وہی کرتا ہے۔"

"اور اگر کسی کا کچھ کرنے کو جی نہ چاہے؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا "ایسا نہیں ہوتا۔ ہر شخص کو کوئی نہ کوئی کام پسند ہوتا ہے۔ مسئلہ بس یہی ہے کہ اس مصروف دنیا میں..." اس نے لفظ 'اس' پر خاص طور پر زور دیا "..... آدمی کو یہ کھوجنے کی فرصت ہی نہیں ملتی" اس نے تمباکو کی تھیلی نکالی اور کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر پائپ بھرنے لگا۔ وہ بڑی سنجیدگی سے میری آنکھوں میں دیکھ رہا تھا "وہاں زندگی سادہ، آسان اور خالص ہے۔ اسے دیکھ کر تمہیں اس ملک کے ابتدائی دور کی یاد آئے گی۔ فرق

تا ہے نہ ورنا میں لوگ کم عمری میں نہیں مرتے۔ وہاں عمریں طویل ہوتی ہیں۔ وہاں بجلی ہے' واشنگ مشینیں ہیں' ویکیوم کلینرز ہیں' پلمبنگ ہے' جدید طرز کے باتھ روم ہیں اور جدید دوائیں ہیں۔ لیکن ریڈیو' ٹیلی ویژن' ٹیلی فون اور کاریں نہیں ہیں۔ فاصلے تھوڑے ہیں۔ لوگ چھوٹے گروپس کی صورت میں رہتے اور کام کرتے ہیں۔ وہ اپنی غذا کا بیشتر حصہ خود اگاتے' ضرورت کی بیشتر چیزیں خود بناتے ہیں۔ ہر شخص اپنا مکان خود بناتا ہے۔ مدد کی ضرورت ہو تو وہ پڑوسیوں سے مل جاتی ہیں۔ وہاں تفریحات کی کمی نہیں۔ لیکن تفریح وہاں فروخت نہیں ہوتی۔ اس کے لئے ٹکٹ نہیں خریدنے پڑتے۔ رقص و موسیقی کی محفلیں جمتی ہیں۔ تاش کی محفلیں جمتی ہیں۔ شادیاں ہوتی ہیں۔ فصلوں کے تہوار منائے جاتے ہیں۔ سالگرہ کی تقریبات ہوتی ہیں۔ سوئمنگ کے مقابلے' ہر طرح کے کھیل ہوتے ہیں۔ گفتگو ہوتی ہے۔ مذاق ہوتے ہیں۔ قہقہے لگتے ہیں۔ ایک دوسرے کے گھر آنا جانا رہتا ہے لوگوں کا۔ کھانے کی دعوتیں ہوتی ہیں۔ مصروفیت معقول ہوتی ہے۔ کسی پر کوئی دباؤ نہیں ہوتا۔ نہ معاشرتی نہ معاشی۔ سب خوش رہتے ہیں۔"
وہ مسکرایا "یہ میں سب کچھ لکھی ہوئی عبارت دہرا رہا ہوں۔ یہ خیال رکھئے کہ یہ ایک مذاق ہے ... تفریح ہے" اس نے فولڈر کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہاں" میں نے کہا اور فولڈر کا ایک اور ورق الٹا۔ کیپشن تھا "کالونی کے مکان" اور وہاں کیبنوں کے اندر کی چھ سات تصویریں تھیں۔ نشست گاہیں تھیں' کچن تھے' بیڈ روم تھے۔ آرائش پرانے طرز کی تھی لیکن حقیقی لگتی تھی۔ آرام کرسیاں' میزیں' الماریاں .... وہ سب لوگوں کے اپنے ہاتھ کی بنائی ہوئی چیزیں تھیں۔ قالین بھی ہاتھ سے بنے ہوئے تھے۔

ان تمام مکانوں کے درمیان ایک قدر مشترک تھی۔ وہ یہ کہ وہ سب کے سب گھر لگتے تھے ... حقیقی معنوں میں گھر۔ ایک گھر میں ایک کمرے کی دیوار پر ہاتھ سے لکھا ہوا ایک جملہ فریم میں آویزاں تھا .... دنیا میں گھر سے اچھی کوئی جگہ نہیں۔ اور وہ لفظ پرانے اور فرسودہ نہیں لگ رہے تھے .... نہ وہ ماضی سے مستعار لئے ہوئے معلوم ہو رہے تھے۔ وہ تو ایک حقیقت کا سچا' کھرا اظہار تھا۔ اسے محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"آپ کون ہیں؟" میں نے فولڈر سے سر اٹھا کر اُس کی آنکھوں میں جھانکا۔

اس نے بڑے اطمینان سے' جلد بازی کئے بغیر اپنا پائپ سلگایا۔ "یہ سب پچھلے صفحے کی عبارت میں موجود ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ ہم ورنا کے اصل باشندے ہیں۔ لیکن ہم بھی تم لوگوں جیسے ہی ہیں۔ سیارہ ورنا میں ہوا' دھوپ' پانی اور زمین' سب کچھ یہاں جیسا ہے۔ درجۂ حرارت بھی کم و بیش ایک سا ہے۔ لہٰذا وہاں بھی زندگی کا آغاز ویسا ہی ہوا' جیسا یہاں ہوا۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ورنا پر زندگی کا چشمہ پہلے پھوٹا۔ ہم بھی تم لوگوں جیسے ہیں۔ جسمانی ساخت میں معمولی سا ... بہت غیر اہم سا فرق ہے۔ ہم تمہارے مشہور مصنفین کی تحریریں پڑھتے اور محظوظ ہوتے ہیں۔ ہمیں تمہاری چاکلیٹ بہت اچھی لگتی ہے' جو ہمارے ہاں نہیں ہوتی اور ہمیں تمہاری موسیقی بہت پسند ہے۔ تمہیں بھی ہمارے ہاں کی بہت سی چیزیں اچھی لگیں گی۔ ویسے ہمارے خیالات' ہماری سوچیں' ہمارے اغراض و مقاصد' ہمارے ہاں کی تاریخ ارتقا اور اس کی سمت تمہارے ہاں سے مختلف ہے" اس نے مسکراتے ہوئے منہ سے دھواں اگلا "کیسی دلچسپ اور تحیر خیز کہانی ہے' ہے نا؟"

"ہاں" میں نے جلدی سے کہا۔ میں مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔ پھر میں نے پوچھا "اور یہ ورنا کہاں ہے؟"

"تمہارے پیمانے کے مطابق نوری برسوں کے فاصلے پر۔"

نہ جانے کیوں' میں چڑ گیا "گویا وہاں تک پہنچنا دشوار ہے؟"

اُس نے ایک لمحے کو مجھے دیکھا اور پھر اپنے عقب میں کھڑکی کی طرف مڑا "یہاں آؤ" اس نے کہا۔

میں کاؤنٹر سے گھوم کر گیا اور اس کے برابر جا کھڑا ہوا۔

"وہ دیکھو .... بائیں جانب ..." اس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اپنے پائپ کی نلکی کے ذریعے اشارہ کیا "وہ دو عمارتیں ہیں' جو ایک دوسرے سے پیٹھ ملائے کھڑی ہیں۔ ایک کا داخلی دروازہ ففتھ ایونیو کی طرف اور دوسری کا سکستھ ایونیو کی طرف ہے۔ اور دونوں عمارتیں کارنر کی نہیں' بلکہ بلاک کے وسط میں ہیں۔ ان کی چھتیں دیکھ رہے ہو نا؟"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ایک میاں بیوی ان میں سے ایک عمارت کی چودھویں منزل پر رہتے ہیں" اس نے کہا "ان کی نشست گاہ کی دیوار بلڈنگ کی عقبی دیوار ہے۔ ان کے دوست دوسری عمارت کی چودھویں منزل پر رہتے ہیں۔ ان کی نشست گاہ کی دیوار ان کی بلڈنگ کی عقبی دیوار ہے۔ اور دونوں عمارتوں کی عقبی دیواریں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ یعنی ان دوست فیملیوں کے درمیان زیادہ سے زیادہ دو فٹ کا فاصلہ ہے" وہ مسکرایا "لیکن جب مسٹر اور مسز رابنسن مسٹر اور مسز پیٹرسن کے گھر جانا چاہتے ہیں تو وہ اپنی نشست گاہ سے اپنے فلیٹ کے داخلی دروازے تک چلتے ہیں۔ پھر وہ ہال عبور کر کے لفٹ تک پہنچتے ہیں' لفٹ میں بیٹھ کر وہ نیچے اترتے ہیں۔ اگلے بلاک تک پیدل چلتے ہیں پھر گھوم کر سکستھ ایونیو پہنچتے ہیں۔ بارش ہو رہی ہو تو انہیں ٹیکسی کرنی پڑتی ہے۔ سکستھ ایونیو کا آدھا بلاک چلنے کے بعد وہ دوسری بلڈنگ میں داخل ہوتے ہیں' لابی سے گزرتے ہیں' لفٹ میں بیٹھ کر چودھویں منزل پر جاتے ہیں۔ ہال عبور کر کے اپنے دوست کے دروازے تک پہنچتے ہیں۔ اطلاعی گھنٹی بجاتے ہیں۔ تب کہیں جا کر وہ ان کے گھر میں داخل ہوتے ہیں۔ حالانکہ اصل فاصلہ دو فٹ کا بھی نہیں ہے۔"

اس نے اتنا کہہ کر پیٹھ موڑ لی۔ میں بھی جا کر کاؤنٹر کے اُس طرف جا کھڑا ہوا .... اس کے روبرو۔

میں تمہیں بتاؤں۔ مسٹر اور مسز رابنسن کا یہ سفر خلائی سفر کی طرح ہے۔ عملاً وہ اتنا بڑا فاصلہ طے کرتے ہیں۔ لیکن اگر وہ دیوار کو یا خود کو نقصان پہنچائے بغیر دیوار سے گزر سکتے تو فاصلہ دو قدم کا تھا۔ بس ہم اسی طرح سفر کرتے ہیں۔ ہم خلا کو عبور نہیں کرتے' اس سے بچ کر گزرتے ہیں۔" وہ مسکرایا "سائنس یہاں کھینچی .... اور ورنا میں باہر نکالی۔"

"تو یہ لوگ اسی طرح ورنا پر پہنچے ہیں؟" میں نے کہا "یہ تصویر والے لوگ۔ آپ نے انہیں وہاں پہنچایا ہے نا؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

میں نے پوچھا "کیوں؟"

اس نے کندھے جھٹک دیے "پڑوسی کے مکان میں آگ لگ جائے اور تمہارے بس میں ہو تو تم اپنے پڑوسیوں کو بچانے کی کوشش کرو گے کہ نہیں؟"

"بالکل کروں گا۔"

"تو ہم بھی یہی کر رہے ہیں؟"

"یعنی آپ کے خیال میں ہمارا اتنا برا حال ہے؟"

"تم خود بتاؤ۔"

میں نے اخبار کی ہر روز کی شہ سرخیوں کے بارے میں سوچا۔ "ہاں' واقعی دنیا کا بہت برا حال ہے۔"

"ہم سب انسانوں کو نہیں لے جا سکتے۔ بلکہ بہت زیادہ انسانوں کو بھی نہیں لے جا سکتے۔ اس لئے ہم کچھ لوگوں کو منتخب کرتے ہیں۔"

"یہ سلسلہ کب سے چل رہا ہے؟"

"طویل عرصے سے" وہ مسکرایا "ہم میں سے ایک شخص ابراہام لنکن کی کابینہ کا رکن تھا۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد ہمیں اندازہ ہو گیا کہ آگے کیا کچھ ہو گا۔ اس وقت تک ہم محض تماشائی تھے۔ ۱۹۱۳ء میں ہم نے میکسیکو سٹی میں اپنی پہلی ایجنسی کھولی۔ اب دنیا کے ہر بڑے شہر میں ہماری شاخیں ہیں۔"

"۱۹۱۳ء!" میں نے کہا۔ کوئی چیز میری یادداشت کو ٹھوکے دے رہی تھی "میکسیکو؟ سنو' کیا ...؟"

"ہاں' تم ٹھیک سمجھے" اس نے میری بات سمجھ لی "اُس سال مشہور رائٹر امبروز بیرس ہم سے آ ملے۔ وہ ۱۹۳۱ء تک زندہ تھے۔ انہوں نے وہاں کئی کتابیں لکھیں' جو ہمارے پاس موجود ہیں" اس نے ورق الٹا اور پہلی بڑی تصویر دکھائی' جس میں قطار در قطار متعدد کیبن دکھائی دے رہے تھے۔ اس نے ایک کیبن پر انگلی رکھ دی۔ "یہ کیبن اُن کا تھا۔"

"اور جج کارٹر؟"

"کون جج کارٹر؟"

"اس کی پُراسرار گمشدگی کا بھی بڑا چرچا ہوا تھا" میں نے بتایا۔ "وہ نیویارک کا جج تھا۔ برسوں پہلے ایک روز اچانک ہی غائب ہو گیا۔"

"معلوم نہیں۔ مجھے یاد آتا ہے کہ ہمارے ہاں ایک جج ہے تو سہی۔ کوئی بیس سال پہلے ہم اسے لے گئے تھے۔ نام اس کا مجھے یاد نہیں۔"

میں کاؤنٹر پر ہاتھ ٹکا کر آگے کی طرف جھک گیا "میں بتا نہیں سکتا کہ مجھے آپ کا یہ مذاق کتنا زیادہ پسند آیا ہے" پھر میں نے بہت دھیرے سے اضافہ کیا "یہ مذاق سنجیدگی کتنی دیر میں اختیار کرے گا؟"

وہ ایک لمحے بغور مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اس نے کہا "اگر تم چاہو تو یہ ابھی سنجیدگی میں ڈھل سکتا ہے۔"

بار میں ملنے والے اجنبی نے مجھ سے کہا تھا "تمہیں فیصلہ فوری طور پر کرنا ہو گا۔ وہیں' اسی جگہ۔ اس لئے کہ تمہیں دوسرا موقع کبھی نہیں ملے گا۔ میں یہ بات جانتا ہوں۔ ایک موقع گنوانے کے بعد میں کئی بار کوشش کر چکا ہوں۔"

اور اب میں وہاں کھڑا سوچ رہا تھا۔ یہاں ایسے لوگ بھی تھے' جن سے جدا ہونا مجھے اچھا نہ لگتا۔ ایک لڑکی تھی' جس سے اب شناسائی بڑھ رہی تھی اور یہ وہ دنیا تھی' جہاں میں پیدا ہوا تھا۔

پھر میں نے اس کمرے کے بارے میں سوچا' جس میں میں رہتا تھا۔ جاب کے بارے میں سوچا۔ رات کو تنہا واپس اپنے کمرے میں جانے کے بارے میں سوچا اور فیصلہ کیا کہ تصویر والی وہ اچھوتی وادی اور وہ زرد ساحل ایسا ہے کہ اس کے حصول کے لئے سب کچھ چھوڑا جا سکتا ہے۔

"اگر آپ مجھے قبول کر لیں تو میں وہاں جانا چاہوں گا" آخر کار میں نے سرگوشی میں کہا۔

وہ مجھے بغور دیکھ رہا تھا "پورے یقین سے بات کرو" اس نے تیز لہجے میں کہا "کامل یقین کے ساتھ۔ ہم کسی ایسے شخص کو وہاں نہیں لے جانا چاہتے' جو خوش نہ ہو سکے۔ اگر تمہیں اپنے خوش رہنے میں ذرا بھی شک ہے تو ..."

"مجھے کامل یقین ہے۔"

اس شخص نے کاؤنٹر کے نیچے ایک دراز کھولی اور ایک زرد گتے کا ایک چھوٹا سا مستطیل نکالا۔ وہ ایک سائیڈ سے چھپا ہوا تھا اور چھپے ہوئے حروف پر ایک ترچھی سبز پٹی تھی۔ وہ ریل کے ٹکٹ جیسا تھا۔ چھپی ہوئی عبارت تھی ... یہ ٹکٹ بہ شرطِ توثیق کارآمد ہے ورنا کے صرف ایک ٹرپ کے لئے۔ یہ ناقابلِ انتقال ہے اور ون وے ٹکٹ ہے۔

"کتنا کرایہ؟" میں نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے پوچھا۔ میں فکر مند تھا کہ وہ نہ جانے کیا مطالبہ کرے گا۔

"جو کچھ آپ کے پاس ہے ... بشمول ریزگاری" اس نے میرے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے کہا' پھر وہ مسکرایا "اب آپ کو اس کی ضرورت بھی نہیں۔ اور ہم آپ کی کرنسی سے اخراجات پورے کریں گے۔ بجلی کے بل' آفس کا کرایہ وغیرہ۔"

"لیکن میرے پاس بڑی رقم نہیں ہے" میں نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا" اس نے نچلی دراز کھول کر مر

لگانے والی مشین نکالی۔ ایسی مشین ریلوے آفس میں اکثر نظر آتی ہیں "ایک بار ہم نے ایک ٹکٹ ۱۰۰ ڈالر میں بیچا اور ایک ٹکٹ ہم نے چھ سینٹ کے بدلے بھی دیا تھا" اس نے ٹکٹ کو مشین میں ڈالا اور مشین کا لیور دبادیا۔ پھر ٹکٹ میرے حوالے کردیا۔ اب ٹکٹ کی پشت پر ایک چوکور مہر لگی ہوئی تھی۔ لکھا تھا..... یہ ٹکٹ صرف آج کے لئے کار آمد ہے۔ نیچے تاریخ' ماہ اور سال دیا گیا تھا۔

میں نے پانچ ڈالر کے دو' ایک ڈالر کا ایک نوٹ اور سترہ سینٹ کی ریزگاری کاؤنٹر پر اس کے سامنے رکھ دی۔

"اس ٹکٹ کو لے کر ایم ڈپو چلے جاؤ" اس نے کہا اور پھر مجھے ایم ڈپو کے بارے میں سمجھانے لگا۔

براڈوے پر مغرب کی جانب ایک تنگ سی گلی میں ایک چھوٹا سا اسٹور ہے۔ کھڑکی پر بہت خراب پینٹ میں اور گڈمڈ حروف میں ایم لکھا ہے۔ اندر ایک خستہ حال چوبی کاؤنٹر ہے اور کچھ بوسیدہ کرسیاں پڑی ہیں۔ اس علاقے میں ایم ڈپو جیسی جگہیں کم نہیں۔ ان میں بس کمپنیوں کے' ملازمت دلانے والی ایجنسیوں کے' تھیٹر کے ٹکٹوں کی تقسیم کے دفاتر قائم ہیں۔ عین ممکن ہے کہ آپ ہزاروں بار ایم ڈپو کے سامنے سے گزر جائیں اور اس پر نظر بھی ڈالیں۔ ویسے میری یہ تحریر پڑھنے کے بعد آپ ایم ٹریول ایجنسی کی تلاش میں ضرور نکلیں گے۔

میں وہاں پہنچا تو کاؤنٹر کے پیچھے ایک شخص کھڑا سگار کے کش لیتے ہوئے کچھ کاغذات پر مہریں لگا رہا تھا۔ کرسیوں پر چار پانچ افراد بیٹھے تھے۔ میں اندر داخل ہوا تو کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے شخص نے نظریں اٹھا کر مجھے دیکھا۔ میں نے اسے ٹکٹ دکھایا تو اس نے مجھے واحد خالی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

میرے برابر ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی گود میں ایک پرس رکھا تھا۔ وہ خاصی خوب صورت اور بے حد تروتازہ لڑکی تھی۔ ایک چھوٹے سے آفس کی دیوار کے ساتھ ایک نیگرو کام کے لباس میں بیٹھا تھا۔ اس کے برابر اس کی بیوی بیٹھی تھی۔ اس کی گود میں ایک بچی تھی۔ اور ایک شخص تھا پچاس کے لگ بھگ۔ وہ باہر بارش میں گزرنے والے راہ گیروں کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا لباس اور سر پر رکھا ہیٹ بہت قیمتی تھا۔ مجھے لگا' وہ کسی بڑے بینک میں کم از کم نائب صدر کے عہدے پر فائز ہے۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ اس نے اس ٹکٹ کی کیا قیمت ادا کی ہوگی۔

بیس منٹ گزر گئے۔ کاؤنٹر کے پیچھے کھڑا شخص اب بھی کاغذات میں الجھا ہوا تھا۔ پھر باہر فٹ پاتھ کے ساتھ ایک پرانی پھٹیچر سی بس آکر رکی۔ ہینڈ بریک کھینچ کرنے کی آواز واضح طور پر سنائی دی۔ بس بالکل کھٹارا تھی۔ اس کے پرانے رنگ پر سرخ اور سفید رنگ کیا گیا تھا۔ مڈگارڈ پچکے ہوئے تھے۔ ٹائر اتنے گھسے ہوئے تھے کہ سب نشانات برابر ہو چکے تھے۔ ایک جانب نیلے حروف سے ایم لکھا تھا۔ ڈرائیور چمڑے کی جیکٹ اور کپڑے کی ویسی ٹوپی پہنے ہوئے تھا' جیسی عام طور پر ٹیکسی ڈرائیور پہنتے ہیں۔

بس جنوب کی سمت دو گھنٹے تک سفر کرتی رہی۔ تمام مسافر خاموش بیٹھے تھے..... اپنی اپنی سوچوں میں غلطاں۔ ننھی بچی سوچکی تھی۔ میں کھڑکی سے باہر دیکھتا رہا۔ لوگ بس اسٹاپس پر سمٹے کھڑے تھے۔ بھری ہوئی بس کو دیکھ کر وہ دانت پیستے تھے۔ ۴۳ویں اسٹریٹ پر ایک ٹیکسی فٹ پاتھ پر کھڑے ایک شخص پر پانی کے چھینٹے اڑاتی گزری۔ اس شخص کے ہونٹ ہلے' اس نے یقیناً گالی دی ہوگی۔

اس سفر کے دوران میں نے بلاشبہ سیکڑوں چہرے دیکھے اور مجھے کسی چہرے پر مسکراہٹ دکھائی نہیں دی۔

اب بس ہائی وے پر دوڑ رہی تھی۔ میں اونگھنے لگا۔ گاڑی ہائی وے سے کچے راستے پر اتری' جہاں کیچڑ بہت تھی۔ جھٹکے لگے تو میری آنکھ کھل گئی۔ مجھے ایک فارم ہاؤس کی جھلک نظر آئی' جس کی کھڑکیاں تاریک تھیں۔ بس کی رفتار کم ہوئی۔ اس نے ایک جھٹکا لیا اور رک گئی۔ بس جہاں روکی گئی تھی' وہاں برابر میں ایک اناج گودام تھا۔

وہ تھا بھی اناج گودام ہی..... لیکن خالی۔ ڈرائیور اترا۔ اس نے پھسلنے والے دروازوں کو دھکیل کر کھولا۔ چرچراہٹ سے اندازہ ہو رہا تھا کہ دروازوں کی بالائی ٹرالی زنگ آلود ہے۔

ڈرائیور دروازہ کھول کر کھڑا ہوگیا۔ ہم سب اندر چلے گئے۔

ڈرائیور بھی اندر آیا اور اس نے دروازے بند کردیے۔

اناج گودام میں سیلن تھی اور مویشیوں کی بو۔ فرش پر گرد تھی۔ ایک طرف ایک بینچ پڑی تھی۔ ڈرائیور نے ہمیں اس پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ٹارچ نکال کر روشن کرلی۔

"اپنے ٹکٹ تیار رکھئے" اس نے ہم سے کہا۔ پھر اس نے باری باری سب سے ٹکٹ لے کر انہیں پنچ کیا۔

میں نے دیکھا' وہاں فرش پر ویسے ہی ٹکٹوں کے کئی چھوٹے چھوٹے ڈھیر پڑے تھے۔

ڈرائیور دروازے کی طرف گیا۔ اس نے دروازہ تھوڑا سا کھولا۔ ہمیں تاریک آسمان کی ایک جھلک دکھائی دی۔ وہ باہر نکلا اور اس نے پلٹ کر کہا "گڈ لک' آپ لوگوں کو یہیں انتظار کرنا ہے" یہ کہہ کر اس نے دروازہ بند کردیا۔ چند لمحے بعد بس اسٹارٹ ہوئی اور روانہ ہوگئی۔

تاریک اناج گودام میں ہماری سانسوں کے سوا کوئی آواز نہیں تھی۔ وقت بہت آہستہ آہستہ رینگتا رہا۔ مجھے بہت شدت سے کسی سے بات کرنے کی خواہش ہو رہی تھی۔ کسی سے بھی... جو بھی میرے برابر بیٹھا ہو۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا بات کروں۔

مجھے عجیب سا لگنے لگا۔ بے وقوف بننے کا احساس ہونے لگا۔ مجھے احساس تھا کہ میں ایک اجاڑ' متروک اناج گودام میں بیٹھا ہوں۔ لمحے گزرتے رہے اور میں بے چینی سے پہلو بدلتا رہا۔ پھر

مجھے سردی لگنے لگی۔ ساتھ ہی ایک بے نام خوف بھی محسوس ہونے لگا۔

پھر ایک تبدیلی آئی۔ مجھے یقین ہے کہ میرا چہرہ شدید غصے اور شرمندگی کے احساس سے تمتما اٹھا ہوگا۔ مجھے بہت زور کا غصہ آیا تھا۔ ہمیں بے وقوف بنایا گیا تھا۔ ہم سے زبردستی کئے بغیر' ہماری اپنی مرضی سے جیبیں خالی کرائی گئی تھیں۔ اور اب ہمیں اس وقت تک یہاں بیٹھے رہنا تھا' جب تک ہمارا دل چاہے اور جب تک ہمارا دماغ درست نہ ہوجائے۔ اس کے بعد ہمیں اپنے گھروں کا ہی رخ کرنا تھا۔ ہونہہ..... ہم نے ایک خیالی دنیا کے لئے ٹکٹ خریدے تھے۔

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں نے یہ حماقت کیوں کی۔ میں اتنا بے وقوف تو نہیں۔ بس بن گیا تھا۔

میں اٹھا اور ناہموار فرش پر' تاریکی میں لڑکھڑاتا دروازے کی طرف بڑھا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں فون کرکے پولیس کو اس فراڈ کی اطلاع دوں گا۔

مجھے خیال بھی نہیں تھا کہ اناج گھر کا دروازہ اتنا بھاری ہوگا۔ بہت زور لگا کر میں نے اسے دھکیلا اور لپک کر باہر نکلا۔ پھر میں دوسروں کو بلانے کے لئے آواز دینے کے ارادے سے پلٹا۔

شاید آپ کو اندازہ ہوگا کہ بعض اوقات آدمی پلک جھپکنے کے عرصے میں کتنے طویل مشاہدے کرلیتا ہے۔ بعض اوقات ایک بہت بڑا لینڈ اسکیپ ایک لمحے میں انسان کی یادداشت پر اپنی تمام تر جزئیات سمیت مرتسم ہوجاتا ہے۔ اور بعد میں وہ تصور میں کئی ساعتوں پر محیط ہو کر نظر آتا ہے۔

میں پلٹا ہی تھا کہ اناج گودام کے اندر تیز روشنی ہوئی۔ دیواروں کی چوڑی چوڑی درزوں سے' چھت سے اور کھڑکیوں کے رخنوں سے اتنی تیز روشنی پھوٹی کہ اندھیرا آسمان تک جگمگا اٹھا۔ ہوا جیسے کسی دباؤ کے تحت گھبرا کر لپکی اور میرے پھیپھڑوں میں بھر گئی۔ میں نے چیخنے کے لئے منہ کھولا لیکن میرے اندر جیسے مٹھاس بھر گئی تھی۔ زبان پر بھی ایسی مٹھاس تھی' جس کا مجھے پہلے کبھی تجربہ نہیں ہوا تھا۔ اور گرد آلود کھڑکی کے ایک کشادہ رخنے سے..... محض ایک پلک جھپکنے کے عرصے میں مجھے وہ خوب صورت وادی اور وہی کی شکل میں جنگل سے ڈھکے ہوئے دو پہاڑ اور وادی میں بل کھاتی' بہتی ندی' جسے آسمان نے اپنی شفاف نیلی رنگت مستعار دے رکھی تھی اور دھوپ میں نہایا ہوا سونے جیسا ایک ساحل نظر آیا۔ وہ منظر میرے ذہن پر ہمیشہ کے لئے نقش ہوگیا۔

میں نے پھسل کر بند ہوتے ہوئے دروازے کو روکنے کی ناکام کوشش کی۔ اور آخر میں بارش اور اندھیرے میں لپٹی اس رات میں اکیلا رہ گیا۔

میں نے دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ دروازہ کھلنے میں بمشکل چار پانچ سیکنڈ لگے ہوں گے۔

اندر اناج گودام میں اندھیرے اور سناٹے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ بینچ خالی پڑی تھی۔ میں نے ماچس کی تیلی جلائی۔ اس کی روشنی میں مجھے زرد ٹکٹوں کا ایک ننھا سا ڈھیر بینچ کے کنارے پڑا نظر آیا۔

میں جانتا تھا کہ بینچ پر چند لمحے پہلے بیٹھے لوگ اب کہاں ہیں۔ مجھے معلوم تھا' وہ اس وقت ایک خوب صورت وادی میں چل رہے ہوں گے..... بے فکری سے قہقہے لگاتے ہوئے۔

○☆○

میں ایک بینک میں کام کرتا ہوں۔ اگرچہ یہ جاب مجھے پسند نہیں۔ سب وے کے ذریعے کام پر آتا جاتا ہوں۔ ہر روز اخبار پڑھتا ہوں۔ کرائے کے ایک کمرے میں رہتا ہوں۔ میرے بوسیدہ ڈریسر کی نچلی دراز میں رومالوں کے ڈھیر کے نیچے زرد گتے کا ایک مستطیل ٹکڑا پڑا ہے۔ اس کے ایک طرف چھپا ہوا ہے..... یہ ٹکٹ بہ شرطِ توثیق کار آمد ہے۔ ورنہ کے صرف ایک ٹرپ کے لئے۔ یہ ناقابلِ انتقال ہے اور ون وے ٹکٹ ہے۔ اس کی پشت پر ایک تاریخ کی مہر لگی ہے۔ وہ تاریخ گزر چکی ہے۔ اس ٹکٹ میں اوپر ایک سوراخ ہے۔ اب یہ ٹکٹ بے کار ہے۔

میں ایم ٹریول ایجنسی گیا تھا۔ اناج گودام والے واقعے کے بعد میں وہاں گیا تو کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے شخص نے پانچ ڈالر کے دو' ایک ڈالر کا ایک نوٹ اور سترہ سینٹ نکال کر میرے سامنے رکھ دیے۔

"پچھلی بار آپ یہاں آئے تھے تو یہ رقم یہاں کاؤنٹر پر بھول کر چھوڑ گئے تھے" اس نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ پھر بڑی بے تعلقی سے اضافہ کیا "آپ کی رقم محفوظ تھی' حاضر ہے۔"

اس وقت کچھ لوگ دفتر میں داخل ہوئے اور وہ ان کی طرف متوجہ ہوگیا' جیسے میں موجود ہی نہیں ہوں۔

میں واپس آنے کے سوا کیا کرسکتا تھا؟

آپ ایم ٹریول ایجنسی کے دفتر میں یوں داخل ہوں' جیسے وہ کوئی عام ٹریول ایجنسی ہو' یہ ایجنسی ہر شہر میں کہیں نہ کہیں موجود ہے۔ اندر جانے کے بعد یونہی دو چار باتیں پوچھیں' بتائیں کہ آپ کسی ٹرپ کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ پھر فولڈر کے بارے میں موہوم سے کچھ اشارے دیں۔ اس کے بارے میں براہِ راست کچھ نہ کہیں۔ اسے وقت دیں کہ وہ آپ کو تولے..... پرکھے اور خود ہی فولڈر آپ کو پیش کرے۔ اگر وہ فولڈر پیش کرے تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کو اس نے اہل پایا ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ فولڈر پر یقین کریں یا نہ کریں۔ پھر آپ وہیں' اسی وقت حتمی فیصلہ کریں اور اس پر قائم رہیں۔ اس لئے کہ آپ کو دوسرا موقع ہرگز نہیں ملے گا۔ میں جانتا ہوں یہ بات۔ کیونکہ میں نے کئی بار کوشش کی ہے... بے سود' ناکام کوشش!

OF MISSING PERSONS
JACK FINNEY